

لطیفہ ۲۶

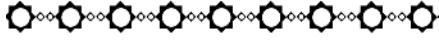
اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی
اور اہل کشف کے شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت
اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔

قال الاشرف :

الحيرة نوعان، حيرة المذموم و الحمود والاول لارباب للنظرو البرهان والثاني لاصحاب الكشف
والعيان۔ یعنی جناب سید اشرف جہاں گیر نے فرمایا، حیرت دو قسم کی ہیں۔ حیرت مذموم اور حیرت محمود، پہلی اربابِ فکر و دلیل
کے لیے اور دوسری اصحابِ کشف و مشاہدہ کے لیے۔

حضرت قدوة الکبراً نے فرمایا، توحید کی راہ کے طالب اور تفرید (یکتائی) کی درگاہ کے سالک دو الگ الگ فرقے ہیں۔
وہ جو اہل بحث و افکار ہیں اور وہ جو اصحابِ کشف و بصیرت ہیں۔ پہلے گروہ کو اربابِ علم و دلیل اور دوسرے گروہ کو اصحابِ
کشف و مشاہدہ کہتے ہیں۔

اہل بحث و افکار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کے گھوڑے کو استدلال کے میدان میں دوڑاتے ہیں۔ ممکنات (مخلوق)
کے وجود کو واجب الوجود کی ہستی پر دلیل بناتے ہیں اور نظری مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مخلوق سے خالق کی طرف جاتے
ہیں، لیکن یہ لوگ چونکہ اپنی خودی کے ساتھ توحید و تفرید کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احوال کی آنکھ سے
جمالِ توحید کو نہیں دیکھتے اس لیے وجود واحد کو دو بلکہ ہزار و صد ہزار دیکھتے ہیں، اسی باعث شک کے صحرا میں جا پڑتے ہیں
اور اسی موجب وادیِ محرومی میں سو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) ان قرآنی آیات کی جو توحید سے متعلق ہیں، انسانی طبیعت کی تنگی
کے تقاضے اور جسمانی نارسائی کے اندازے کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور ان آیات کے معانی کے ادراک میں صرف



چھلکا اتارنے پر قناعت کرتے ہیں لیکن لکلّ آية ظاہر و باطن و البطنہ سبعة البطن یعنی ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے، اس کے باطن کے بھی سات باطن ہیں۔ اہل دلیل اس رمز سے بے بہرہ ہیں، حالانکہ جمالِ توحید ان پر جلوہ کرتا ہے لیکن اندھے بن جاتے ہیں اور ابلیس کے مانند انانیت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی کج فہمی نے توحیدِ خالص اور وجودِ حقیقی میں آلائش قبول کر لی اور ان کا شریک گڑھ لیا اس لیے لازمی طور پر معرفت کے فوائد اور وصول کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ اگر چہ گادڑ اپنی نحوست کے سبب تاریک حجرے میں رہا اور جمالِ آفتاب کی دید سے محروم رہا تو اس میں آفتاب کا کیا تصور ہے۔ قطعہ:

نہ بیند مہر را چوں چشمِ نفاش
گناہ از جانبِ خورشید نبود
کسے کز جامِ جم سرخوش نہ باشد
نفی در حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ: اگر چہ گادڑ کی آنکھ آفتاب کا جلوہ نہیں دیکھتی تو یہ آفتاب کا گناہ نہیں ہے۔ جو شخص جامِ جمشید سے سرور حاصل نہیں کرتا تو جمشید کی حکمت کا انکارنا مناسب ہے۔

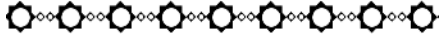
اصحابِ کشف و شہود کی روش یہ ہے کہ جبلِ متین ط کی مدد اور عروۃ الوثقی ط کی عنایت سے تقلید کے گہرے کنویں کی تہہ سے باہر آجاتے ہیں اور دل کی پاکیزگی اور روح کی دائمی صفائی کے ساتھ صحرائے تحقیق کی فراخی میں قدم رکھتے ہیں۔ کشف کے وسیلے اور شہود کے زینے سے معرفت کے ایوان میں آتے ہیں اور معبود کے ملکِ حقیقت کی سلطنت کے تخت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ عدم سے وجود میں آنے اور قدم ط سے حدوث ط کے ربط کی تحقیق بارگاہِ توحید میں لا کی جھاڑ و پھیر کر کرتے ہیں اور خالص توحید کی عظمت کے دامن کو الا کے پانی سے دھوتے ہیں۔ خالص مغز کے ساتھ توحید کے درجات طے کرتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو توحید سے متعلق ہیں، ان کو تاویل کے بغیر خالص توحید پر منطبق کرتے ہیں۔ توحید کے چہرے کو دلائل کے زیور سے سجاتے ہیں اور وحدت کے رخسار کی آرائش برہان سے کرتے ہیں۔ اس کو لباسِ حجت سے آراستہ کر کے بیان کی چادر پہناتے ہیں اور وضاحت کی نمایاں جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ نامحرموں پر توحید کے راز ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے اور ان سے ان حقائق کا چھپانا واجب جانتے ہیں۔ (یہ حضرات) سالکوں کو اسی انداز سے ہدایت

ط جبل متین۔ مضبوط رسی

ط عروۃ الوثقی۔ بہت مضبوط حلقہ یا کنڈا

ط قدم۔ قدامت۔ پرانا پن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قدم استعمال کرتے ہیں۔

ط حدوث۔ مخلوق



کے راستے پر چلاتے ہیں۔ نظم:

بہ نامحرم نباید سرّ گفتن
 نہ از محرم نباید در نہفتن
 ترجمہ: نامحرم سے راز کی بات نہیں کہنا چاہئے اور جو آشنا ہے اس سے چھپانا نہیں چاہئے۔
 سر از محرم نہاں کردن چنانست
 کہ گفتن راز با نامحرم ما ناست
 ترجمہ: محرم سے راز چھپانا ایسا ہی ہے جیسے نامحرموں پر راز ظاہر کر دینا،
 کسے کو زیں دو حد گامے بروں زد
 سر از معنی بروں کردہ دروں زد
 ترجمہ: جس شخص نے ان دو حدوں سے تجاوز کیا، اس نے (بے موقعہ) راز حقیقت آشکار کیا اور چھپایا۔

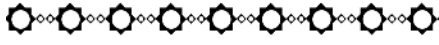
ان (اصحاب کشف و شہود کی) پیروی باعث ہدایت ہے۔ من اقتدا بہم اہتدیٰ ومن خالفہم ضلّ و اغتویٰ یعنی جس نے ان کی پیروی کی اسے راستہ مل گیا اور جس نے خلاف کیا وہ گمراہ ہوا اور بھٹک گیا۔ جان لیں کہ صوفیہ رضی اللہ عنہم اہل کشف و بصیرت کا گروہ ہے، اہل فکر و دلیل کا فرقہ نہیں ہے۔ یہ اہل توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے۔
 بیت:

گو با من چہ دیں داری خوشم بادین توحیدش
 ہمیں دینم صواب آرد دگر دینہا خطا دیدم

ترجمہ: مجھے بتا کہ تیرا دین کیا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پسند کرتا ہوں، میرے نزدیک یہی دین درست ہے۔
 دوسرے دینوں میں خطا ہے۔

ان کو اہل توحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے کیوں کہ یہ منازل توحید کی راہ اور معاملات تجرید کی سیر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمال الہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ ان کی اہمیت کے پردے سحاب جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجود اضافی وجود حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرار توحید کے مشاہدے اور انوار وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل ولا یزال ط کے جمال میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذات احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا، ان کی آنکھیں ذات احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر

ط لم یزل = بے زوال، لا یزال۔ بے زوال سے مراد اللہ تعالیٰ



سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجود واحد حق تعالیٰ ہے۔

اہل عرفان کہتے ہیں جب تک سالک اپنی ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔ قطعہ:

فانی ز خود و بدوست باقی

اس طرفہ کہ نیستند و ہستند

اس طائفہ اند اہل توحید

باقی ہمہ خویشتن پرستند

ترجمہ: اپنی ذات سے فانی اور محبوب کے ساتھ باقی ہیں۔ یہ عجب تماشا ہے کہ نیست ہیں اور باقی بھی۔ بس یہی ایک گروہ اہل توحید ہے باقی سب خود پرست ہیں

حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی۔ پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہل کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حیرت جو اہل فکر و دلیل کا حصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لیے دعا کی ہے۔ رب زدنی تحییراً یعنی اے میرے رب میرے تجیر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے۔ وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحاب کشف و عرفان کے عقیدے کے۔ جب کہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو، اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عقل کا شکرہ جب عالم توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا۔ متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن (در حقیقت اس کا باطن شک و شبہے میں آلودہ ہوتا ہے) حضرت عین القضاة سے منقول ہے کہ ابن السقاء بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور

ط اس کے بعد مطبوعہ نسخے کی عبارت (ص ۱۲۴- سطر ۲۰ تا ۲۶) سہو کتابت سے پر ہے۔ کتابت شدہ عبارت یہ ہے۔

”زیرا کہ بآلت وحدت عقل صافی از فضلات غرت و مجردان شہوات

توحید صرف رسیدن محال است کہ بعقل تاریک مختص چہ رسد الخ

اس عبارت سے کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ دراصل یہ تمام عبارت عین القضاة ہدانی کے مشہور رسالے ”غایت الامکان فی درایت المکان“ سے اخذ کی گئی ہیں۔ احقر مترجم نے عین القضاة کے مذکورہ رسالے کا ۱۹۸۴ء میں ترجمہ کیا تھا اور مع فارسی متن شائع کیا تھا۔ یہاں سطر ۲۰ تا ۲۶ کا ترجمہ مذکورہ رسالے سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، ”غایت الامکان فی درایت المکان“ اردو ترجمہ از لطیف اللہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۷۱ سطر ۶ تا ۱۵۔



وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے۔ اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔ ^۱ اگر دلائل توحید میں ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔ قطعہ:

چو نورے نیست از خورشیدِ توحید
ز نورِ ذرّہ عقل اوچہ بیند
چو تا بد ذرّہ خورشیدِ وحدت
براہیں ذرّہ وار از ہم نشیند

ترجمہ: جسے آفتاب توحید کا نور میسر نہیں ہے اسے عقل کے ایک ذرّہ نور سے کیا نظر آ سکتا ہے، جب توحید کے آفتاب کا ایک ذرّہ چمکتا ہے تو تمام دلائل ذرّوں کی مانند عاجز ہو جاتے ہیں۔

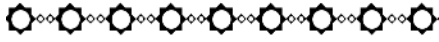
حضرت قدوۃ الکبریا نے فرمایا، تخیّر کے لغوی معنی سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں المتخیّر لم یکن له مخرج من امره یمضی و عاد الیٰ حالہ یعنی متخیّر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفاتِ انفعالی کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہو سکتا ہے۔ لیکن متخیّر کو چونکہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے، جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکتِ الہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لیے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔ قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تخیّر
گلندہ یافت از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید، تا مر اورا
نیا رندش ز بحر لا یزالی

ترجمہ: جس نے اپنا سر تخیّر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لیے، وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے لازوال سمندر سے نہ نکالے۔

حضرت شیخ قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشیؒ ہمیشہ عالم تخیّر میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال

۱۔ عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اتانیم علیہ ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ ان کے عقیدے کا مثلث ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت مراد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعے کے بعد ابن السقاء بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں، وفیات الاعیان مصنفہ ابن خلکان۔ جلد ہفتم ص ۷۸۔ بیروت ۱۹۶۸ء



سے ساحلِ قال پر اور صحرائے وصال سے کنارہ خیال تک لاتے۔ اول نماز کے وقت، دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا، سوم روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔ حضرت قدوة الکبرؑ کی حالت عجیب و غریب تھی۔ ہمیشہ وجد کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقات شریفہ تحیر کی حالت میں گزرتے۔ خادم نماز پنجگانہ کے وقت یا کوئی عزیز ملاقات کرنے آتا تو آپ کو آگاہ کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عالی مرتبہ سیف خاں خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ خادم آپ کو اطلاع دیتا، وہ جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تقریباً ایک ساعت کھڑے رہے خادم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سیف خاں کے آنے سے آپ کو آگاہ کرتا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو آپ نے چشم مبارک کھولی۔ فرمایا آئیے، سیف خاں کی عجیب حالت تھی جیسے نعمت نایاب حاصل ہوئی ہو۔ خدا مبارک کرے۔ سیف خاں بیان کرتے تھے کہ آپ کی نظر مبارک پڑتے ہی میری یہ حالت ہو گئی گویا آپ نے مجھ سے میرے وجود کو چھین لیا ہے اور مجھے ایسے عالم میں لے گئے ہیں جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سعادت جو آپ اصحاب دیکھتے ہیں اسی ایک نظر کا کرشمہ ہے اور جس نعمت کے لیے لوگ سمراتے ہیں اسی ایک نگاہ کا اثر ہے۔ رباعی: ط

مس وجود من کہ نبودش بہم قدر

زڑے طلائے گشت ازاں کیمیا اثر

بودم حضيض منظر حرماں فتادہ من

از التفات مہر کشیدم بہ اوج سر

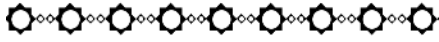
ترجمہ: میرے وجود کے تانے کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کیمیا اثر سے زر سرخ ہو گیا، میں پست منظر اور حرماں زدہ تھا لیکن آفتاب کی توجہ سے سر بلند ہو گیا۔

حضرت گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ متحیر کبھی باریاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے۔ عشق الہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الہی میں مست اٹھتا ہے۔ سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے، جب کرسی عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے۔ جب تک انوارِ ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔ بیت:

چو میرد بتلا میرد چو خیزد بتلا خیزد

مپنداری کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز

ترجمہ: یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ جب مرتا ہے بتلا مرتا ہے اٹھتا



ہے۔ تو مبتلا اٹھتا ہے۔

متحیر اس وجہ سے کہ انتہائے شوق میں شکل پر شکل بنانے والے لوگمان کرتا ہے۔ مشاہدہ دوست سے محروم رہتا ہے۔ حالت تحیر خاندانِ چشت اہل بہشت سے مخصوص ہے۔ یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے ربّ زدنی تحییراً یعنی اے پروردگار میری حیرانی میں زیادتی فرما۔ (خیال کرو کہ) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ صاحبِ ہمت کا کمال تحیر میں ظاہر ہوتا ہے۔ تحیر کے ساتھ سو درجے ہیں اور جملہ اہل تحیر پینتالیس گروہ ہیں ہر گروہ کا اپنا مرتبہ و مقام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ذات میں تحیر کفر کی جانب لے جاتا ہے اور صفات میں تحیر خالص توحید ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ ذات (کے تحیر) میں بھی تحیر ہے، و حقیقۃ المعرفة تحیرو عجز عن درک الادراک ادراک، یعنی معرفت حقیقت حیرانی ہے اور ادراک کے درک سے عاجزی ادراک ہے۔ جب معروف یعنی اللہ تعالیٰ کا احاطہ ناممکن ہے تو اس کی معرفت بھی ممکن نہیں سوائے حیرت کے اور حیرت محو تصرف ہے، صفت سے بھی اور عبادت سے بھی۔ حقیقت محو اوصاف کے فنا ہونے کا تصرف ہے اور فنا کا ثمرہ اوصاف کا مشاہدہ ہے۔

اس سلسلے میں نقل فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو تحیر کی نعمت عطا فرمائی۔ زمین حرکت میں آئی اور عالم حیرت میں جا پڑی اور فریاد کی کہ ”میں“ ہوں۔ غیب سے ندا آئی اگر دم مارا تو سزا دوں گا۔ خاموش ہو جا کہ یہ عالم خاموشی ہے، چنانچہ زمین سے اہل تحیر پیدا کیے گئے بلکہ آسمان و زمین کی تمام موجودات عالم تحیر میں ہیں۔ رباعی ط

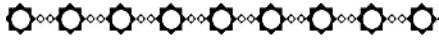
فلک گشت از تحیر ہم چو پرکار
زمین چوں نقطہ خاموش درکار
ثوابت ثابت اندر حیرت او
بہ چرخ حیرت است سیارہ سیار

ترجمہ: تحیر سے آسمان پرکار کی مانند ہو گیا، زمین (دائرے کے) نقطے کی طرح ساکت و خاموش ہو گئی۔ قائم رہنے والے ستارے اس کی حیرت میں ساکت ہو گئے۔ حرکت کرنے والے ستارے حیرت سے گھومنے لگے۔

متحیر ہونے کے سبب بھی کئی طرح کے ہیں۔ بعضے موت اور قبر کی ہیبت سے حیران ہوتے ہیں اور بعضے عذاب اور قبر کے ڈر سے متحیر ہوتے ہیں۔ ایک گروہ قیامت کے خوف سے حیران ہے کہ کل قیامت میں ہم پر کیا بیتے گی اور ہمیں کن لوگوں میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اور ایک دن عالم حیرت میں رہے۔

ط یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔



فرماتے تھے کہ الہی میرے بعد میری امت پر کیا گزرے گی۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سورۃ اخلاص لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو شخص ہمیشہ سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتا رہے گا، وہ عذابِ قبر اور خوفِ قیامت سے محفوظ رہے گا اور اسے تحیر کی کیفیت بھی نصیب ہوگی۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو ان تین باتوں سے بچا کر رکھے گا۔ اسے سعادتِ حیرت عطا کی جائے گی۔ اول لقمہ حرام نہ کھائے اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے، دوسرے ممنوعہ اوقات میں نہ سوئے، تیسرے دنیا سے دور رہے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچے۔ غزل:

برگزار خواب و خور مردانہ وار

تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھیلے سے مردانہ وار گزر جا، تاکہ عشق کی راہ میں اہل ہمت کے مانند ہو جائے۔

از حریمِ صحبتِ مردم برآی

تا براہِ وصل او خنداں شوی

ترجمہ: مخلوق کی صحبت کی چار دیواری سے نکل جا، تاکہ محبوب کے وصل سے خوش ہو جائے۔

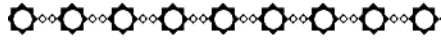
از حجابِ نام و ناموسے گزر

عاشقے چوں اشرفِ سمنان شوی

ترجمہ: نام و ننگ کے حجاب سے گزر جا اور اشرفِ سمنانی کے مانند (محبوبِ حقیقی کا) عاشق بن جا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا، حیرت پیدا ہونے کے جو اسباب (ہم نے) بیان کیے ان کا تعلق عام لوگوں سے ہے (کہ کسی خوف کے سبب حیران ہو جاتے ہیں) لیکن خواص راہِ سلوک کی بے نہایتی اور بارگاہِ مالک الملوک کی بے پایانی سے متحیر ہوتے ہیں۔ انص الخواص دریائے مشاہدہ اور صحرائے معائنہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہاں جن تجلیات و انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کے وصول و حصول سے متحیر ہو جاتے ہیں۔ کل (قیامت کے دن) جب عزت کا شامیانہ اور عظمت کا سائبان آراستہ کریں گے تو انبیاء علیہم السلام باوجود صاحبِ نبوت و شوکت ہونے کے کہیں گے، لا علم لنا (ہمیں علم نہیں ہے) فرشتے عبادت گاہوں کو جلا کر اور تقدیس و تسبیح کے خرمن ہوا میں اڑا کر عرض کریں گے۔ ما عبدناک حق عبادتک (ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا) مخلص، موحد اور عارفِ افسوس کریں گے کہ ما عرفناک حق معرفتک (ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا، خواص کو آیات قرآنی کے پوشیدہ معانی، کلامِ ربانی کے مشکل رموز، کرسی کی عظمت، عرش کے پھیلاؤ، لوح و قلم، فلک و ملک کے معائنے سے متحیر پیدا ہوتا ہے جب کہ انص الخواص جو لایعرفہم غیر ی علی کی



صفت سے موصوف ہیں، اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے آثار اور ذات کے انوار میں متخیر اور مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت گنج شکر کا قول ہے کہ اس مقام کے سات سو دروازے ہیں جو فناء الفناء میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اس سے بالا ترکوئی مقام نہیں ہے۔ تمام انبیا کو یہ مقام حاصل تھا۔ بعض اخص اولیا بھی اس مقام کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم تخیر کے صدق کا اثر یہ ہے کہ اگر حالت تخیر میں سات آسمان وزمین کے طبق گرم کر کے ان کے قدم کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو یہ حضرات جنبش بھی نہ کریں۔ بیت:

اگر صاحبِ تخیر پا بہ دوزخ

نہد، افسردہ گردد نار چوں تنخ

ترجمہ: اگر متخیر دوزخ میں قدم رکھ دے تو اس کی آگ بجھ کر برف کی مانند ٹھنڈی ہو جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ ابوبکر سقا بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ تیز ہوا چلی اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آگئی۔ لوگوں نے دعا اور فریاد شروع کر دی۔ اس کشتی میں ایک درویش تھا جو کمبل میں سر لپیٹے جام حیرت پیئے پڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے دیوانے سب لوگ دعا و فریاد کر رہے ہیں تو بھی کچھ کہہ۔ اس نے اپنا سر کمبل سے نکالا اور کہا: مصرع

عجب لقلبک کیف ان قلب

ترجمہ: تعجب ہے کہ تیرا دل ایک دم کیسے پلٹ گیا۔

یہ مصرع پڑھ کے پھر کمبل میں سر چھپا لیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیسا دیوانہ ہے کہ ہم اس سے کہہ رہے ہیں کہ دعا کرو اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ اس نے کمبل سے دوبارہ سر نکالا اور دوسرا مصرع پڑھ دیا۔

رشدہ جبک لی لم ذهب

ترجمہ: اس دل کی درستی تیری محبت ہے جو مجھے حاصل تھی کیسے چلی گئی۔

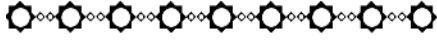
دوسرا مصرع پڑھتے ہی طوفان کی شدت کم ہو گئی۔ لوگوں نے دیوانے سے دوبارہ کہا بابا کوئی اور بات کہو اس نے کمبل سے سر نکال کر دوسرا شعر پڑھا۔ بیت:

واعجب من ذاو ذاو اننی

اراک بعین الرضا فی الغضب

ترجمہ: اور مجھے تعجب ہے اس پر بھی اور اس پر بھی کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں غضب کی حالت میں۔

یہ شعر پڑھنے کے بعد لہریں ساکن ہو گئیں اور تیز ہوا اٹھ گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اس دیوانے نے تو یہی دو شعر پڑھے، تیسرا شعر میں نے کسی دوسری جگہ پڑھا وہ یہ ہے۔ بیت:



فان جدت بالوصل احببتنی

والا فهذا الطريق العطب

ترجمہ: اگر تو وصل کے ساتھ فیاضی سے کام لے تو تو مجھے محبوب بنا لے گا ورنہ تو یہ راستہ سراسر ہلاکت کا ہے۔
حضرت قدوة الکبراً نے فرمایا، اصحابِ تحیرِ فجر کی نماز بارگاہِ کبریا میں ادا کرتے ہیں، ظہر فراز عرش پر، عصر کعبے شریف

میں، مغرب بیت المقدس کے اوپر اور نمازِ عشاءِ بیت المعمور میں پڑھتے ہیں۔ بیت:

مصلے کیں چنیں نبود نمازش

بہ نزد عاشقان تارک صلوتست

ترجمہ: جس شخص کی نماز ایسی جگہ ادا نہیں ہوتی وہ اہلِ عشق کے نزدیک تارک نماز ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام جب گلزارِ جنت سے باہر آئے تو دو سو سال عالمِ تحیر میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالتِ تحیر

میں فرشتے کو طمانچہ مارا، اگر فرشتہ واپس نہ لوٹتا تو جل جاتا۔ قطعہ:

ز مست جام حیرت در خرابات

چو زاہد ناید از وے پارسائی

دگر شور اند اورا بے حمیت

بسوزد دردم از نورِ خدائی

ترجمہ: جو شخص میخانے میں جامِ حیرت سے مست ہو گیا ہو اس سے زاہد جیسی پارسائی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بے

حمیت ہونے کا شور مچایا جائے تو وہ الہی نور سے ایک دم میں اسے جلا دیتا ہے۔

حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے، اصحابِ تحیر و تفکر اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے

ہیں۔ جب پلک جھپکاتے ہیں تو اگلا درجہ طلب کرتے ہیں۔ انحصارِ الخواص جب عالمِ ملکوت^ط عبور کر لیتے ہیں تو ان پر تحیر

طاری ہو جاتا ہے اور اکثر و بیشتر تحیر عالمِ جبروت^ط و لاہوت^ط میں ہوتا ہے۔ اس کی علامت خاموشی ہے۔

(یہ حضرات) جمالِ الہی کے نظارے اور وصال کے ناز و نیاز میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ دن رات اور مشرق و

مغرب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

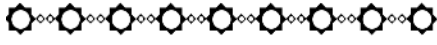
خیالت آل چنایا بے ہوش دارد

کہ خبرے زانفس و آفاق نبود

(۱) عالمِ ملکوت۔ وہ عالم جو مخصوص ہے ملائکہ، ارواح اور نفوس کے لیے (سرِ دلبران، ص ۳۰۷)

(۲) عالمِ جبروت۔ مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی (سرِ دلبران، ص ۱۲۶)

(۳) عالمِ لاہوت۔ مرتبہ ذات، لاہوت دراصل لاہوالا ہو ہے (سرِ دلبران، ص ۲۹۷) لاہوالا ہو (وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ)



کسے کو عشقِ او باشد مقید

خبر از خود علی الاطلاق نبود

ترجمہ: تیرا خیال اس درجے بے ہوش رکھتا ہے کہ اپنی اور دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ جو شخص کہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اسے قطعی طور پر اپنی خبر نہیں ہوتی۔

آپ حضرت مخدومیٰ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ اکثر یہ شیریں اشعار پڑھتے تھے۔ قطعہ :

خوں بہائے عاشقاں در روز وصل

جلوہ معشوق باشد وقتِ ناز

کشتگانِ دوست ، تا روز جزا

تا نہ پنداری بخود آئند باز

ترجمہ: وصل کے روز عاشقوں کا خوں بہا، ناز کے وقت محبوب کا دیدار ہوتا ہے، دوست کے مارے ہوئے قیامت کے دن بھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔

اہل عشق کی آخری نعمتِ ابدی اور اہل شوق کی تمام دولتِ سردی حیرت ہے۔ خواص جب حالتِ تحیر سے حالتِ ہوش میں آتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں کہ ہم کہاں تھے اور کس شے کے لیے مبتلائے تحیر ہوئے جس کے وصف کا ایک شتمہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ کیا صفت رکھتا ہے۔ بیت :

وصفِ جمالِ چوں توئی نیست حدِ بیانِ من

من چہ کنم صفت ترا اے تو چنان کہ ہم توئی

ترجمہ: میں تیرے جمال کی خوبی جیسا کہ تو ہے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں تیری صفت کس طرح بیان کروں جب کہ تو اپنی مثال آپ ہے۔

اہل تحیر دوست ہی سے کلام کرتے ہیں اور دوست ہی کی بات سنتے ہیں۔ اپنی صفات سے فانی شخص اور متحیر ایک

دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ بیت :

آں کس کہ بہ عالمِ تحیر غرق است

در ہر چہ نظر کند، بود دوست حضور

ترجمہ: وہ شخص جو حالتِ تحیر میں غرق ہے جس چیز کو دیکھتا ہے دوست کو موجود پاتا ہے۔

حضرت قدوة الکبر نے حضرت سید محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ وہاں دس دن اور دس راتیں عالمِ تحیر میں

رہے۔ آپ کو عالمِ محسوس کا بالکل شعور نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا بہ تکلف نماز میں شریک ہوتے اور آپ کو اس کا قطعی



احساس نہ ہوتا۔ دس دن کے بعد جب آپ اپنے آپ میں آئے تو اصحاب سے نماز کی حالت کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے جو کیفیت دیکھی عرض کر دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے وقت کی حفاظت فرمائی۔ بیت:

اگرچہ مستِ جامِ عشقِ یارم
ولے سُرِ ازاں پیروں نیارم

ترجمہ: اگرچہ میں دوست کی محبت کے جام سے مست ہوں لیکن رازِ محبت کو کسی پر عیاں نہیں کرتا۔

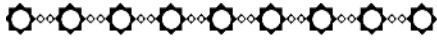
حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا، کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے۔ او کما قال علیہ السلام الشریعة اقوالی و الطریقه افعالی و الحقیقة احوالی یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا، شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ ایک محقق کا قول نقل فرمایا، الشریعة اقوال النبی مع الخلق و الطریقة افعال النبی مع النفس و الحقیقة احوال النبی مع اللہ یعنی شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں خلق سے متعلق، طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں نفس سے متعلق اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احوال ہیں۔ شریعت اور امر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا و جوارح کی پاکیزگی ہے، طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسوئی اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔ شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ قال علیہ السلام ذرة من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاهر یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا اعمالِ باطنی کا ایک ذرہ اعمالِ ظاہر سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا، علم شریعت ہے، اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے، حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے۔ جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ قطعہ:

درس داری کش نباشد درسہ دار ط
درسہ دارد ورنہ باشد درس دار
گر سہ داری دوست داری چار ہااست
ورنہ چوں منصور خوانی درس دار

ط مطبوعہ نئے میں یہ اشعار اسی طرح اور اسی املا میں درج ہوئے ہیں۔ احقر مترجم کوشش کے باوجود ان اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس ترجمے کے متن میں ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا البتہ کھینچ تان کر یہ مفہوم نکالا جاسکتا ہے:

”وہ درس دار جس کو تین سبق یاد نہیں ہیں، انہیں یاد کر لے ورنہ حاصل درس نہیں ہے۔ اگر تجھے تینوں یاد ہیں تو خیر ہے ورنہ منصور کی طرح سولی کا سبق یاد کر لے۔“



شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے۔ ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے۔ شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ العزيمة هو الفضل (عزیمت ہی فضیلت ہے) یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا اور سخت تکلیف برداشت کرنا اور الرخصت عبارت عن اليسر والسهولة فی الشرع یعنی رخصت شرع میں آسانی اور سہولت ہے۔ چنانچہ شرع میں اس کی اجازت ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں لیکن عزیمت یہ ہے کہ روزہ رکھیں اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔ مجبوری کی حالت میں زبان پر کفر یہ کلمات لانا، انبیاء علیہ السلام کی غیبت کرنا اور مظلوم مسلمان کو قتل کرنا رخصت ہے، یعنی ایسی باتیں کر کے خود کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ عزیمت یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے خلاف کریں اور (مردانہ وار) جامِ شہادت نوش کریں۔ ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں، عزیمت یہ ہے کہ امرِ اول کو برقرار رکھا جائے۔ سفر میں بھی امرِ اول برقرار رہتا ہے اور کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ رخصت یہ ہے کہ کسی خاص عذر کے سبب امرِ اول دشواری سے آسانی میں تبدیل ہو جائے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت و طریقت میں اتحاد و عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے (دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروع و احکام کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔ مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق دونوں گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بیت:

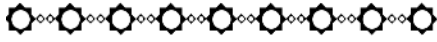
چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقی از زمین تا آسمانست

ترجمہ: اس کے اور اس کے درمیان کوئی نسبت نہیں، دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بیٹا اور ناپیٹا کا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ط (اندھا اور بینا کہیں برابر ہو

سکتا ہے) بیت:

کیے از لذت دیدار گوید
دگر از وعدہ و آثار گوید
مرا این را نقد و آل رانیہ آمد
بہ سودا اندک و بسیار گوید



ترجمہ: ایک شخص لذت دیدار بیان کرتا ہے دوسرا محض وعدے اور آثار کی باتیں کرتا ہے۔ دیدار نقد اور وعدہ ادھار ہے، سودے میں اسی کو کم اور زیادہ کہتے ہیں۔

فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے مثلاً ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ **فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ** ط (تو ان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً (مارنے کا) حکم ہے تاکہ وحدت الہی میں شرک کرنے والے اور توحید لا متناہی میں ساجھی بنانے والے وادی شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں صاحب یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر آئیں۔ ذمی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی، وہ صرف اطاعت کرتا ہے۔ دراصل اس مسئلے کے واضح کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی، اس نے صراطِ مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا۔ آیات کریمہ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** ط (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور **مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هِيَ آخِذَةٌ بِنَاصِيَتِهَا** ط **إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** ط (جنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اسی پر اکتفا کیا کہ ذمی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے (کیوں کہ) اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔ بیت:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دین خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چپست
بدانستے کہ دیں در بت پر ستیت

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لیے ہے، خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔ بیت:

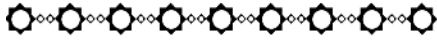
اگر نقش رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات و عزی را

ترجمہ: اگر تمام اشیا میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات و عزی کی پرستش کبھی نہ کرتے۔

ط پارہ ۱۰-سورہ توبہ، آیت ۵-

ط پارہ ۲-سورہ الذریت آیت ۵۶-

ط پارہ ۱۲-سورہ ہود، آیت ۵۶-



کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بین آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اس امر شنیع میں اوامروا نہی کے احکام ترک کیے گئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے واضح کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادت خدا کے لیے ہیں، خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو۔ خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔ رباعی: ط

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائبِ زمیانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکنِ مسجد
یعنی کہ ترامیِ طلسم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب! عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے۔ مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔

میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

(مسئلے کے) واضح کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی اس لیے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے

بحال رکھے جائیں کہ کُلُّ لَّهٗ قَبِيْلُوْنَ ط (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لیے ہیں۔ اگر

بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔ رباعی:

اگرچہ سجدہٴ اصنام باشد
بظاہر باطنش اسلام باشد
کسے کیں سرّ معنی را بداند
ہمیش اسلام و ہم اصنام خواند

ترجمہ: اگرچہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے، اس کا باطن اسلام ہوتا ہے، جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ اس کو اسلام

بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

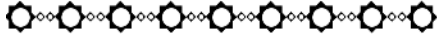
نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لیے سختی سے منع فرمایا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو، اور دین کے امور کمال اور عظمت

حاصل کریں۔ قطعہ:

ط۔ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔ یہ غزل کے اشعار ہیں۔ کلمات الصادقین کے مصنف صادق دہلوی نے ان اشعار کو شیخ حسن خیالی اور

خیالی بخاری سے منسوب کیا ہے لیکن درحقیقت یہ غزل خیالی بخاری کی ہے۔ دیوان خیالی بخاری، مرتبہ عزیز دولت آبادی، تہریز (ایران) ۱۳۳۵ھ ص ۲۴۰۔

ط۔ پارہ ۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۱۶



غلامِ ہمتِ آلِ عارفانِ رندانم
 کہ در خرابہٴ مستی چہ ہوشیارانند
 ز رسم و عادتِ ظاہر کشیدہ پائے بروں
 درونِ باطنِ اسرارِ راز دارانند

ترجمہ: میں اُن رند عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں جو میخانے کی مستی میں بھی ہوش میں رہتے ہیں، انہوں نے ظاہری رسم و عادت سے اپنا قدم باہر رکھا ہے اور اسرارِ باطن کے راز دار ہیں۔

وہ لوگ جو دلیل و برہان سے شریعت اور توحید کا اتحاد بیان کرتے ہیں وہ مقصد کی حقیقت تک پہنچے ہی نہیں اور نہ انہوں نے نہایتِ اسرار کی بزم کا جام نوش کیا ہے۔ بیت:

در نیابد حالِ پختہ پہنچِ خام
 پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: (جب) کوئی خام شخص کاملین کے حال کو نہیں پہنچ سکتا تو بات ختم کریں اور سلامتی کی دعا کریں۔
 والسلام بالنبی و آلہ الاکرام۔